قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ
الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

بدھ 22 جولائی 2020ء | یکم ذوالحجہ 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:174

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

”کُلُّ قَرۡضٍ جَرَّ مَنۡفَعَةً فَھُوَ وَجۡهٌ مِنۡ وُجُوۡهِ الرِّبَا۔“

(سنن الکبری للبیہقی کتاب البیوع باب کل قرض جر منفعة فھو ربا)

ہر وہ قرض جس پر نفع حاصل کیا جائے وہ سود کی قسم سے ہے۔

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

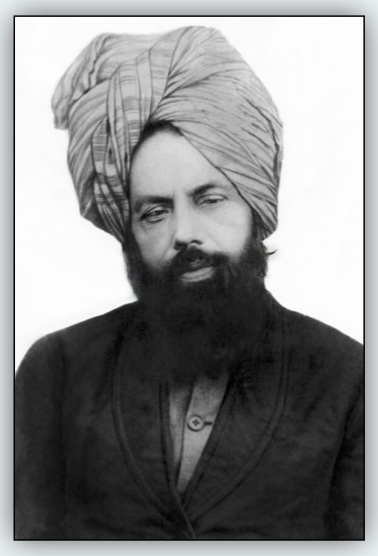

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”شرع میں سود کی یہ تعریف ہے کہ ایک شخص اپنے فائدے کیلئے دوسرے کو روپیہ قرض دیتا ہے اور فائدہ مقرر کرتا ہے۔ یہ تعریف جہاں صادق آوے گی وہ سود کہلاوے گا۔ لیکن جس نے روپیہ لیا ہے اگر وہ وعدہ وعید تو کچھ نہیں کرتا اور اپنی طرف سے زیادہ دیتا ہے تو وہ سود سے باہر ہے۔“

(البدر 27 مارچ 1903ء صفحہ 75)

ایک موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ سودی روپیہ کے لینے اور دینے کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضرت اقدس نے فرمایا:۔

”حرام ہے۔ ہاں اگر کسی دوست اور تعارف کی جگہ سے روپیہ لیا جاوے اور کوئی وعدہ اس کو زیادہ دینے کا نہ ہو، نہ اس کے دل میں زیادہ لینے کا خیال ہو۔ پھر اگر مقروض اصل سے کچھ زیادہ دے دے تو وہ سود نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ تو ھَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ (الرحمن 61) ہے۔ اس پر ایک صاحب نے سوال کیا کہ اگر ضرورت سخت ہو اور سوائے سود کے کام نہ چل سکے تو پھر؟ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ نے اس کی حرمت مومنوں کے واسطے مقرر کی ہے۔ اور مومن وہ ہوتا ہے جو ایمان پر قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کا متولی اور متکفل ہوتا ہے۔ اسلام میں کروڑہا ایسے آدمی گذرے ہیں جنہوں نے نہ سود لیا نہ دیا۔ آخر ان کے حوائج بھی پورے ہوتے رہے کہ نہ۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ لو نہ دو۔ جو ایسا کرتا ہے وہ گویا خدا کے ساتھ لڑائی کی تیاری کرتا ہے۔ ایمان ہو تو اس کا صلہ خدا بخشتا ہے۔ ایمان بڑی بابرکت شے ہے۔ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (البقرة 107)۔ اگر اسے خیال ہو کہ پھر کیا کرے تو کیا خدا کا حکم بھی بے کار ہے۔ اس کی قدرت بہت بڑی ہے۔ سود تو کوئی شے ہی نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا کہ زمین کا پانی نہ پیا کرو تو وہ ہمیشہ بارش کا پانی آسمان سے دیا کرتا۔ اسی طرح ضرورت پر وہ خود ایسی راہ نکال ہی دیتا ہے کہ جس سے اس کی نافرمانی بھی نہ ہو۔ جب تک ایمان میں میل کچیل ہوتا ہے تب تک یہ ضعف اور کمزوری ہے کوئی گناہ چھوٹ نہیں سکتا جب تک خدا نہ چھڑاوے۔ ورنہ انسان تو ہر ایک گناہ پر یہ عذر پیش کر سکتا ہے کہ ہم چھوڑ نہیں سکتے اگر چھوڑیں تو گزارہ نہیں چلتا۔ دکانداروں، عطاروں کو دیکھا جاوے کہ پرانا مال سالہا سال تک بیچتے ہیں، دھوکا دیتے ہیں، ملازم پیشہ لوگ رشوت خوری کرتے ہیں اور سب یہ عذر کرتے ہیں کہ گذارا نہیں چلتا۔ ان سب کو اکٹھا کر کے نتیجہ نکالا جاوے تو پھر یہ نکلتا ہے کہ خدا کی کتاب پر عمل ہی نہ کرو کیوں کہ گذارا نہیں چلتا حالانکہ مومن کیلئے خدا خود سہولت کر دیتا ہے۔ یہ تمام راستبازوں کا مجرب علاج ہے کہ مصیبت اور صعوبت میں خدا خود راہ نکال دیتا ہے۔ لوگ خدا کی قدر نہیں کرتے۔ جیسے بھروسہ ان کو حرام کے دروازے پر ہے ویسا خدا پر نہیں ہے۔ خدا پر ایمان یہ ایک ایسا نسخہ ہے کہ اگر قدر ہو تو جی چاہے کہ جیسے اور عجیب نسخہ مخفی رکھنا چاہتے ہیں ویسے ہی اسے بھی مخفی رکھا جاوے۔“

(البدر 27 مارچ 1903ء صفحہ 75)

ارشادِ باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡکُلُوا الرِّبٰۤوا اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (آل عمران:131)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! سود دَر سود نہ کھایا کرو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پھر سود کی وجہ سے معاشرے کا امن کس طرح برباد ہو رہا ہے۔ جو غریب ہے وہ غربت کی چکی میں پستا چلا جاتا ہے۔ پیسے والا اس سود کے پیسے سے اپنی تجوریاں بھر رہا ہوتا ہے۔ اور بظاہر بے تحاشہ پیسہ کمانے والا جو شخص ہے وہ اپنے خزانے بھر رہا ہوتا ہے، لیکن دل کا چین اور سکون ان میں نہیں ہوتا۔ کئی لوگ ہیں جو لکھتے ہیں اور کہتے ہیں بلکہ پاکستان میں مَیں نے دیکھے بھی ہیں کہ پیسوں کے باوجود راتوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں۔ تو یہ عموماً سود ہی ہے جس نے ایک ملک کے معاشرے میں ملکی سطح پر بھی انفرادی سطح پر بھی پیسے کو ایک خاص طبقے کے گرد منتقل کر دیا ہے، ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اور عموماً امیر ملکوں میں بھی جہاں بظاہر اچھے حالات ہیں، اسی سود کی وجہ سے تقریباً ہر شخص یا اکثریت قرض کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں۔ اس کو محسوس نہیں کرتے اور اپنی زندگی میں اس سے باہر نہیں نکل سکتے۔

گزشتہ دنوں میں یہاں ایک پروگرام تھا، یونیورسٹی میں ایک فنکشن تھا۔ یہ بات مَیں نے وہاں کی اور بتایا کہ یہ بھی ایک طرح کی غلامی ہے تو یونیورسٹی کے چانسلر سمیت بہت سے لوگوں نے اس کی تائید کی اور ان لوگوں کا اس تائید کے بغیر گزارا نہیں ہے۔ یہ خدا کا کلام ہے جو سچائی سے پُر ہے اور اس کے احکامات پر عمل کئے بغیر دنیا کی نجات ہو ہی نہیں سکتی اور جس طرح مَیں نے کہا سود غلامی کی ایک قسم ہے اور غلامی میں کبھی محبتیں نہیں پنپ سکتیں۔ ہمیشہ نفرتیں اٹھیں گی اور امن برباد ہو گا۔ پھر ہمارے غریب ملک ہیں کہ جہاں سود پر قرضے لیتے ہیں عموماً سندھ وغیرہ میں تو ہندو اس کاروبار میں ہمیشہ زیادہ ہے لیکن بعض مسلمان بھی یہ کام کرتے ہیں اور مخصوص لوگ ہیں جو یہ کام کرتے ہیں اور یہ جو سود پر قرضے ہیں یہ تمام عمر اس قرض لینے والے کو بلکہ ان کی نسلوں کو بھی کبھی سر اٹھانے نہیں دیتے۔

ایک امریکن اکانومسٹ ہے اس نے ہندو پاکستان کی ریسرچ پہ لکھا تھا کہ یہ لوگ ایسے ہیں جو بظاہر زمیندار بھی ہیں، جائیدادوں والے بھی ہیں لیکن ان کا حال یہ ہے کہ پیدا ہوتے ہیں قرض لے کر اور زندگی گزارتے ہیں قرض لے کر اور اس دنیا سے جب جاتے ہیں تب بھی قرض ہوتا ہے جو آگے اولادوں کو ٹرانسفر ہو جاتا ہے۔ تو یہ سود ہی ہے جو ان کو اس مشکل میں گرفتار کئے ہوئے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کرنے والے ہوں تو بجائے یہ کہ نسلیں تک قرض کی زنجیروں میں جکڑیں

بقیہ صفحہ 2 پر

اس شمارہ میں

- ملے گا درد اسے بھی جو دل فِگار کرے (منظوم)
- اداریہ: انفوڈیمک (افواہ سازی) بہت بڑی خیانت ہے
- حوادثِ طبعی یا عذاب الٰہی (قسط پنجم)
- حضورِ انور کے دورہ برکینا فاسو 2004ء کی خوبصورت یادیں

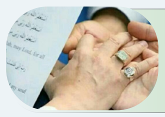

دربارِ خلافت

ضرورت مندوں کی عزتِ نفس کا خیال رکھتے ہوئے مدد کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’......اپنے عزیزوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ کریں۔ مسکینوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ کریں۔ یہاں ان مغربی ممالک میں جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے کشائش حاصل کر چکے ہیں اپنے عزیزوں کو، ایسے عزیز جو زیرنگیں نہیں بلکہ قرابت داری ہے، جو غریب ملکوں میں رہتے ہیں اور جن کی مالی کشائش نہیں، ان کو بھی وقتاً فوقتاً تحفے بھیجتے رہا کریں۔

پاکستان میں بھی اور دوسرے ملکوں میں بھی میرے علم میں بعض ایسے خاندان ہیں جو اپنی بہتر تعلیم کی وجہ سے یا بہتر کاروبار کی وجہ سے آسودہ حال ہیں اُن کو بھی اپنے اپنے ملکوں میں اپنے ضرورتمند بھائیوں کا خیال رکھنا چاہئے اور یہ خیال ایسا ہو کہ اس میں احسان جتانا نہ ہو بلکہ اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی کا نظارہ پیش کر رہا ہو، دل کی گہرائیوں سے خدمت ہو رہی ہو۔ اس حکم کے تابع یہ مدد ہو رہی ہو کہ دایاں ہاتھ اگر دے رہا ہے تو بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ یہ طریق ہے جس سے دوسرے کی عزتِ نفس بھی قائم رہتی ہے۔ یہ طریق ہے جس سے معاشرے میں سلامتی پھیلتی ہے اور یہ طریق ہے جس سے ایک دوسرے کے لئے دعاؤں سے پُر معاشرہ بھی قائم ہوتا ہے۔ آجکل پاکستان میں بھی مہنگائی بہت ہے، دنیا میں عمومی طور پر مہنگائی بڑھ گئی ہے اور سنا ہے کہ بعض سفید پوش جو ہیں ان کو سفید پوشی کا بھرم قائم رکھنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ لیکن احمدی کی تو بہرحال یہ کوشش ہونی چاہئے کہ یہ جو بھرم ہے ہمیشہ قائم رہے، کسی کے آگے وہ ہاتھ پھیلانے والا نہ ہو۔ لیکن جو عزیز رشتہ دار بہتر حالات میں ہیں ان کو چاہئے کہ ایسے طریق پر کہ جس سے کسی قسم کا احساس نہ ہو ان کی مدد کی جائے۔‘‘

سود کی وجہ سے معاشرے کا امن برباد ہو رہا ہے

’’......سود کی وجہ سے معاشرے کا امن کس طرح برباد ہو رہا ہے۔ جو غریب ہے وہ غربت کی چکی میں پستا چلا جاتا ہے۔ پیسے والا اس سود کے پیسے سے اپنی تجوریاں بھر رہا ہوتا ہے۔ اور بظاہر بے تحاشہ پیسہ کمانے والا جو شخص ہے وہ اپنے خزانے بھر رہا ہوتا ہے، لیکن دل کا چین اور سکون ان میں نہیں ہوتا۔ کئی لوگ ہیں جو لکھتے ہیں اور کہتے ہیں بلکہ پاکستان میں مَیں نے دیکھے بھی ہیں کہ پیسوں کے باوجود راتوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں۔ تو یہ عموماً سود ہی ہے جس نے ایک ملک کے معاشرے میں ملکی سطح پر بھی انفرادی سطح پر بھی پیسے کو ایک خاص طبقے کے گرد منتقل کر دیا ہے، ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اور عموماً امیر ملکوں میں بھی جہاں بظاہر اچھے حالات ہیں، اسی سود کی وجہ سے تقریباً ہر شخص یا اکثریت قرض کی دلدل میں دھنسے ہوئے ہیں۔ اس کو محسوس نہیں کرتے اور اپنی زندگی میں اس سے باہر نہیں نکل سکتے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 8 جون 2007ء الفضل انٹرنیشنل 29 جون تا 05 جولائی 2007ء)

بقیہ: فرمانِ خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

اور پروان چڑھیں اور پھر آگے اگلی نسلوں کو ٹرانسفر کریں، بے چینی اور بے چارگی سے زندگی گزاریں وہ اس سے بچ سکتے ہیں۔ اور جب لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے، قرضوں میں جکڑے ہوتے ہیں تو پھر یہ کبھی نیک جذبات دوسروں کے لئے پیدا کرنے والے نہیں ہو سکتے خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جن کے یہ مقروض ہوتے ہیں۔ پھر غریب ملکوں میں جن میں بہت سے مسلمان ممالک شامل ہیں مثلاً پاکستان ہے ویسے تو اسلام کا بہت نام ہے۔ لیکن ان کی بھی سودی نظام سے جان نہیں چھوٹ سکی۔ سود کا جو بھی نام رکھ لیں۔ بعض جگہ انہوں نے کچھ تبدیلیاں کی ہیں لیکن عملی صورت سود دینے کی ہی ہے۔ یہاں بھی امیر طبقہ جب بینکوں سے قرض لیتا ہے تو ادائیگی نہیں کرتا اور کچھ عرصے کے بعد وہ بڑی بڑی رقمیں معاف ہو جاتی ہیں۔ لیکن غریب طبقہ جو ہے وہ پستا چلا جاتا ہے، ساری سختیاں اسی پر ہو رہی ہوتی ہیں اور یہ باتیں پھر غریبوں میں بے چینی پیدا کرتی ہیں اور کسی طبقے کی بے چینی سے معاشرے میں سلامتی اور امن نہیں رہ سکتا۔ تو جیسا کہ مَیں نے شروع میں ذکر کیا تھا کہ پاکستان میں مہنگائی اس قدر ہے کہ غریب حقیقت میں پریشان ہے اور وہاں جو حالات ہیں اس وجہ سے امیر اور غریب کے فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ جب یہ فاصلے بڑھتے ہیں تو پھر امن اور سلامتی کی ضمانت اس معاشرے میں نہیں دی جا سکتی۔ پس جہاں پاکستان کے احمدی اپنے ملک کے لئے دعا کریں وہاں ہمارا بھی فرض ہے کہ جو پاکستان سے باہر دنیا کے مختلف ممالک میں آباد ہیں کہ پاکستان کی سلامتی کے لئے دعا کریں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 8 جون 2007)

ملے گا درد اسے بھی جو دل فِگار کرے

دلوں میں نفرتیں بھر کے جو کاروبار کرے
تو کیسے ہوگا، وہ حالات سازگار کرے

گلی گلی میں محبّت کا میری چرچا ہے
یہ شکوہ اس کو ہے مجھ سے نہ کوئی پیار کرے

عجب زمانے نے دستور یہ بنایا ہے
جو سچ کہے اسے ملزم وہ بار بار کرے

جنوں میں کہتے رہے وہ حکایتیں اپنی
سنے تو کوئی خرد کا نہ اعتبار کرے

ابھی تو دور بہت دور مجھ کو جانا ہے
اسے یہ کہہ دو وہ میرا نہ انتظار کرے

وہ صاف لفظوں میں کہہ دے مجھے محبت ہے
یوں بات بات پہ غصّہ نہ آشکار کرے

بہار آ گئی گلشن میں پھول کھلتے ہیں
خزاں کے پتّوں پہ کوئی نہ انحصار کرے

عجیب بات ہے کہ معتبر وہی ٹھہرے
کہ بات جو بھی کرے جھوٹ شاہکار کرے

یہ وقت جانے کا اب تو ارادہ رکھتا ہے
ملے گا درد اسے بھی جو دل فِگار کرے

یہ خواہشیں تری، اک دن تو رنگ لائیں گی
کہ طارق اب تو کوئی باغ میں بہار کرے

(ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ لندن)

اداریہ

انفوڈیمک (افواہ سازی) بہت بڑی خیانت ہے

ہمارے معاشرہ میں افواہ سازی کا بازار ہر وقت گرم رہتا ہے۔ ساری دنیا میں یکم اپریل (اپریل فول) کو بڑی بھیانک، خطرناک اور تکلیف دہ جھوٹی خبریں بنا کر پھیلانے کا رجحان افواہ سازی کو ہوا دیتا ہے بلکہ آج کل الیکٹرانک میڈیا، خبروں کے افشاء میں بازی لے جانے کے چکروں میں من گھڑت خبریں نشر کرتا رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں پرنٹ میڈیا کہیں سے بھی پیچھے نہیں۔ رہی سہی کسر سوشل میڈیا نے پوری کر کے ماحول میں آلودگی پیدا کر دی ہے۔

افواہ سازی، جھوٹ پر ہمارا ادارہ گاہے بگاہے اسلامی تعلیم سے قارئین کو آگاہ کرتا رہتا ہے۔ خاکسار کو کسی نے ماہنامہ انصاراللہ بھارت کے شمارہ جون 2020ء میں شائع ہونے والا ایک مضمون بھجوایا ہے۔ جو مکرم محمد سہیل سابق صوبائی امیر جماعت احمدی آندھرا پردیش حیدر آباد دکن کے رشحات قلم سے ہے اور اس کا عنوان ہے:

”انفوڈیمک افواہ سازی بہت بڑی خیانت ہے“

گو یہ مضمون اسلامی تعلیمات پر مشتمل ہے لیکن موصوف نے قارئین کی دلچسپی اور ان میں چاشنی پیدا کرنے کے لئے مضمون کو ایک جدّت دی ہے اور نیا رنگ دے کر پڑھنے والوں کو صرف پڑھنے کی حد تک نہیں بلکہ عمل کرنے کی بہت لطیف پیرایہ میں ترغیب بھی دلائی ہے۔

خاکسار جناب محمد سہیل اور ماہنامہ انصار اللہ انڈیا کے پیشگی شکریہ اور تعاون کے ساتھ اسے اداریہ کا رنگ دے کر اس مضمون کے کچھ حصے قارئین الفضل لندن آن لائن کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب محمد سہیل کو اس علمی و روحانی مائدہ تیار کرنے پر جزائے خیر دے اور ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق دیتا چلے جائے۔ آپ لکھتے ہیں:

”دسمبر 2019ء کے آخر میں دنیا کے سب سے بڑی آبادی والا ملک چین کے شہر وُہان میں شروع ہونے والی وبائی مرض کرونا وائرس نے انتہائی سرعت کے ساتھ دنیا کے 213 ممالک میں پھیل کر لوگوں میں ایک دہشت پیدا کر دی ہے۔ یہاں تک کہ عالمی صحت ادارہ کی طرف سے 11 مارچ 2020 ء کو اسے عالمی وبا قرار دے دیا گیا۔

انفوڈیمک (infodemic) کی اصطلاح

ظاہر ہے کہ وبائی ایّام میں روزانہ کی بنیاد پر سینکڑوں افواہیں گردش میں آتی ہیں ۔ اس قسم کی افواہوں کے لئے بین الاقوامی ادارہ صحت (WHO) نے ایک نئی ٹرم متعارف کروائی ہے جسے ”انفوڈیمک“ کہا جاتا ہے۔ اپی ڈیمک (وبا) اور انفارمیشن (معلومات) کے امتزاج سے بننے والی اس ٹرم کی وضاحت کرتے ہوئے ماہرین کہتے ہیں کہ بعض اوقات کی وبا کی نسبت اس سے متعلق افواہیں اور غلط معلومات زیادہ تیزی سے پھیلتی ہیں، جس سے بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ آج کورونا وائرس کا نام اور COVID-19 کی ٹرم بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ خوف کی فضا دامن گیر اور عالمی ماحول سوگوار ہے۔ حکومتیں اپنے عوام کو اس وبا سے بچانے کے لئے ہر قسم کے اقدام اٹھانے میں کوشاں ہیں۔ کہیں کامیابی کی موہوم سی امید تو کہیں یہ جنگ زوروں پر ہے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ کب تک یہ حالات رہیں گے، کتنی جانیں اس کا نوالہ بنیں گی اور کس کس نظام کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ فی الوقت یہ وبا پھیلتی ہی جارہی ہے۔

ان تشویش ناک حالات کا تقاضا ہے کہ ہم سب یکجان ہو کر اس کے مقابلے پر آئیں ۔ ایک دوسرے کے دست و بازو بن کر اپنی اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داریاں پوری کریں۔ انسانیت کی بقا کی جنگ میں متحد ہوں، خوف کو دور بھگائیں، احتیاط کریں، درست معلومات حاصل کریں اور ہر فیک (fake) نیوز سے خود بھی دُور رہیں اور دوسروں کو بچائیں۔

اس وقت میڈیا کے ذریعہ ہماری رسائی دنیا جہان کی معلومات تک ہے لیکن ان نیوز میں سے سچی اور جھوٹی خبر کی تمیز کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر ہر خبر پر کان دھریں گے اور ہر پیغام کو سوچے سمجھے بغیر آگے سینکڑوں لوگوں کو ارسال کرتے رہیں گے تو خود سکون میں ہوں گے نہ دوسروں کو سکون سے رہنے دیں گے۔

افواہ پھیلانا قابل سزا جرم ہے

چونکہ آج کل فون اور انٹرنیٹ کا استعمال بہت بڑھ گیا ہے۔ جس میں روزانہ سینکڑوں برقی پیغامات موصول ہوتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو شاید ان میں سے پانچ فیصد پیغامات بھی مفید یا ضروری نہ ہوں۔ بہت سارے لوگ یہ پیغامات آگے پہنچانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کورونا وبا کے ان ایام میں افواہیں پھیلانے کی وبا بھی زوروں پر ہے اور بغیر کسی تصدیق کے تمام کی تمام معلومات روزانہ کی بنیاد پر سوشل میڈیا پر شیئر کی جارہی ہیں۔

ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ نے ہمیں بلا تصدیق ہر بات آگے پھیلانے سے منع فرمایا ہے۔ بغیر سوچے سمجھے ہر بات کو شیئر کرنے میں کوئی وقار نہیں بلکہ کسی شخص کے جھوٹا ہونے کی یہ کافی دلیل ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے بغیر تصدیق کئے آگے پہنچا دے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ كَفٰى بِالْمَرءِ كذباً اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (صحیح مسلم، المقدمۃ) کہ کسی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ بات کافی دلیل ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کرتا پھرے۔

افواہ پھیلانا خیانت کے مترادف ہے

معاشرہ میں رہنے والے ہر انسان کا حق ہے کہ اسے درست معلومات تک رسائی ہو ۔ جبکہ افواہ پھیلانے والا اس بنیادی حق کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے اور دوسروں کے حقوق میں دخل اندازی کر کے بد دیانتی اور خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے۔

”یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایک بات بیان کرو جسے وہ تو سچ جانے اور تم خود اس سے جھوٹ کہو۔

اس سے بڑی خیانت اور کیا ہوگی کہ لوگ آپ کی بات کو سچ سمجھ رہے ہوں جبکہ وہ بے بنیاد ہو۔ ایسا کر کے ہم اپنی بد دیانتی پر مہر لگاتے اور دوسروں کی تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔ سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول ﷺ نے مسلمان کی جامع تعریف فرمائی ہے۔

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلَمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ (متفق علیہ)

کہ مسلمان تو دراصل وہی جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے محفوظ رہیں۔ اس حدیث کی ایک دوسری روایت میں مُسْلِمُوْنَ کی جگہ اَلنَّاسُ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ یعنی حقیقی مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے عامۃ الناس محفوظ رہیں۔

عصر حاضر میں لازم نہیں کہ ہم کسی کے سامنے جا کر اسے ہاتھ یا زبان سے تکلیف دیں ۔ بلکہ دور رہتے ہوئے اور آج کل کے حالات میں گھر میں رہتے ہوئے ہاتھوں میں پکڑے فون کے ذریعہ دوسروں کو زیادہ تکالیف پہنچانے کا اہتمام کیا جاسکتا ہے جو شاید آمنے سامنے بھی ممکن نہ ہو۔ جدید وسائل کے ذریعہ ہزار ہا میل کی دوری تک ہمارے ہاتھ دوسروں کے گریبان تک پہنچنے لگے ہیں۔ ہمارے آڈیو ویڈیو پیغامات حدود و قیود سے باہر دوسروں کی آزادی میں گھسنے لگے ہیں۔

بغیر تحقیق کے ہر ایک کی بات پر اعتبار کرتے چلے جانا۔ ہر میسج کو ہزاروں لوگوں تک آگے پہنچانے کی خود ساختہ ڈیوٹی نبھانے کی کوشش میں لگے رہنا، بعض اوقات دوسروں کی تکلیف اور اپنے لئے ندامت کا باعث بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس قبیح فعل سے روکنے کے لئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے پاس اگر کوئی بد کردار کوئی خبر لائے تو (اس کی) چھان بین کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم جہالت سے کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو۔ پھر تمہیں اپنے کئے پر پشیمان ہونا پڑے (الحجرات: 7)

بنیادی حقوق کی پاسداری کرنے والے اس حکم پر عمل کر کے دوسروں کو بھی تکلیف سے بچا سکتے ہیں اور خود بھی قصوروار ٹھہر کر نادم ہونے سے محفوظ رہ سکتے ہیں ۔ اگر ہم چاہیں تو چند سیکنڈز میں موصول ہونے والے پیغامات کی تحقیق کر سکتے ہیں۔ غلط پیغام فارورڈ کر کے گنہگار بننے اور شرمندہ ہونے سے بہتر ہے کہ چند سیکنڈز کی ریسرچ کر کے خبر کی حقیقت معلوم کر لی جائے۔

سچائی کو ترجیح دیں

قرآن مجید نے ہمیں ہر حال میں سچ کا دامن تھامے رکھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ بلکہ ایسا سچ جسے قول سدید کہا جا سکے۔ یعنی صاف سیدھی اور کھری بات۔ یہی ایک مومن کی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (الاحزاب: 71) یعنی اور تم ہمیشہ صاف اور سیدھی بات کیا کرو۔

پھر ہمیں ایک قدم اور آگے چل کر یہ سبق بھی دیا گیا کہ خواہ مخواہ معاملات کی ٹوہ میں لگے رہنا اور کسی امر کے متعلق ایسا موقف اختیار کرنا جس کا ہمیں علم نہ ہو مناسب نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو اعضاء ہمیں عطا کئے ہیں ان کے درست استعمال اور کان، آنکھ اور دل وغیرہ کے متعلق سوال کئے جانے سے بھی خبردار کر دیا ہے۔ فرمایا۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۚ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل: 37) یعنی اور وہ موقف اختیار نہ کر جس کا تجھے علم نہیں۔ یقیناً کان اور آنکھ اور دل میں سے ہر ایک سے متعلق پوچھا جائے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تَقْفُ کے معنی ہیں لَا تَقُلْ جو صحابہ و تابعین سے ثابت ہیں۔ جس چیز کا علم نہ ہو وہ منہ سے نہ نکالو۔ آج کل ایسی بیباکی بڑھ رہی ہے کہ پالیٹکس اور اکانوی کے معنی تک نہیں جانتے اور اپنے اخبار اس کے لئے وقف کرنے پر بیٹھے ہیں۔ (حقائق الفرقان، جلد دوم صفحہ 535)

پھر ایسے لوگوں کو جو جھوٹ بولتے اور افواہیں پھیلاتے ہیں بڑی سخت وعید کی گئی ہے، انہیں لعنتی کہا گیا ہے۔ ایک سعید فطرت کیونکر خدا تعالیٰ کی

لعنت مول لینا چاہے گا اور وہ بھی کسی ایسے معاملے میں جس سے کوئی نفع حاصل نہیں۔ جو صرف معاشرے میں بے چینی پیدا کرسکتا اور دوسروں کے لئے نقصان کا باعث ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑاتے پھرتے ہیں باز نہیں آئیں گے تو ہم ضرور تجھے (ان کی عقوبت کے لئے) ان کے پیچھے لگا دیں گے۔ پھر وہ اس (شہر) میں تیرے پڑوس میں نہیں رہ سکیں گے مگر تھوڑا۔ (یہ) دھتکارے ہوئے، جہاں کہیں بھی پائے جائیں پکڑ لئے جائیں اور اچھی طرح قتل کئے جائیں۔ (الاحزاب: 62-61)

افواہ سازی مؤمن کے شایان شان نہیں

ایک مومن کی شان تو یہی ہے کہ وہ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے اور ہرلمحہ اپنے رب کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اس جہان میں زندگی کے ایّام گزارے۔حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔” (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19صفحہ 12)

اگر ہماری سوچ اس نہج پر چلنا شروع کر دے تو کیسے ممکن ہے کہ ہم ہر سنی سنائی بات کو آگے پھیلا کر اپنے جھوٹے ہونے کا ثبوت خود فراہم کرتے چلے جائیں۔ یقیناً جھوٹ اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔مومنین کا ہدف مقرر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ (آل عمران:103) ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا اس کے تقویٰ کا حق ہے اور ہرگز نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم پورے فرمانبردار ہو۔

روزمرہ زندگی میں ہمیشہ سچ کو فوقیت دینا، سچائی کا ساتھ دینا، سچوں اور صدیقوں کی حمایت میں کھڑا ہونا بھی مومنین کا امتیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ (التوبہ:120) ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہوجاؤ۔

عام طور پر اس آیت کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ صحبت صالحہ کے حصول کے لئے صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔ یقیناً یہ معنی بہت اعلی ہیں اور جماعت مومنین کو صحبت صالحین سے مستفید ہونے کی ترغیب دی گئی ہے۔ تاہم اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اے مومنین کی جماعت! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچے لوگوں کی حمایت کرنے کے لئے اور ان کا ساتھ دینے کے لئے ان کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔

اس لحاظ سے ان ایام میں ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ معاشرے میں انتشار کو کم کرنے کے لئے خود تو کسی قسم کے جھوٹ کا حصہ نہ بنیں بلکہ جو درست اور اچھی خبریں ہیں صرف ان کا ساتھ دیں۔

اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔وَالَّذِیۡنَ لَا یَشۡہَدُوۡنَ الزُّوۡرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ مَرُّوۡا کِرَامًا (الفرقان:73) ترجمہ: اور یہ وہ (اللہ تعالیٰ کے نیک) بندے ہیں جو جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے۔

گواہی کی ایک قسم وہ ہے جو کسی مقدمہ وغیرہ میں دینا پڑتی ہے۔ فی زمانہ گواہی کی ایک صورت یہ بھی پیدا ہوگئی ہے کہ جس پیغام کو ہم اپنے سوشل میڈیا ہینڈل یا موبائل فون وغیرہ سے آگے شیئر کرتے ہیں۔ دراصل ہم اس کے گواہ بن جاتے ہیں۔فون یا کمپیوٹر پر کی گئی ہماری ہر ایک کلک کا حساب رہتا ہے۔ گویا ہمارے دستخط ہو جاتے ہیں اور گواہیاں ثبت ہوتی جاتی ہیں۔ ہم ان معلومات کے ذمہ دار ٹھہرائے جاسکتے ہیں۔

سچائی کس طرح نیکی کے بچے پیدا کرتی ہے اور جھوٹ کس طرح بُرائی کو جنم دیتا چلا جاتا ہے اس کی ایک جھلک حضرت محمد ﷺ کے اس ارشاد گرامی میں ہے۔

حضرت ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ سچائی نیکی کی طرف اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جو انسان ہمیشہ سچ بولے اللہ کے نزدیک وہ صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ کی طرف اور گناہ جہنم کی طرف لے کر جاتا ہے اور جو آدمی ہمیشہ جھوٹ بولے وہ اللہ کے ہاں کذّاب لکھا جاتا ہے۔ (مسلم کتاب البر والصلة)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”بتوں کی پرستش اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو۔یعنی جھوٹ بھی ایک بُت ہے۔جس پر بھروسہ کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے۔سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔ پھر فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے تو جھوٹ کو نجاست کہا تھا کہ اس سے پرہیز کرو۔ فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ (الحج:31) بت پرستی کے ساتھ اس جھوٹ کو ملایا ہے۔ جیسا احمق انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پتھر کی طرف سر جھکاتا ہے ویسے ہی صدق اور راستی کو چھوڑ کر اپنے مطلب کے لئے جھوٹ کو بت بناتا ہے......اس سے بڑھ کر اور کیا بدقسمتی ہوگی کہ جھوٹ پر اپنا مدار سمجھتے ہیں۔ مگر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آخر سچ ہی کامیاب ہوتا ہے۔بھلائی اور فتح اسی کی ہے۔ (ملفوظات جلد چہارم صفحہ 636)

حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

روزمرہ کے جھوٹ ہیں جو گھروں میں چل رہے ہیں۔ گھروں میں جھوٹ کی فیکٹریاں اور کارخانے لگے ہوئے ہیں۔ پس معاشرے کو جھوٹ سے پاک کریں۔کیونکہ جھوٹ کے بغیر نہ تو ہم موحد بن سکتے نہ توحید کی تعلیم دے سکتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 14۔اگست 1992ء)

سب کچھ آن ریکارڈ ہے

سورہ نور میں ایک اہم واقعہ بیان ہوا ہے، اس میں ہمارے لئے کئی نشانات ہیں۔ جو غلطی اس زمانے کے لوگوں سے ہوئی اس پر گرفت بھی کی گئی ہے اور آئندہ ایسی حرکتوں سے باز رہنے کی تنبیہ بھی۔

فرمایا: جب تمہاری زبانیں بولتی چلی جارہی تھیں ایک ایسے معاملے کے بارے میں جس کا تمہیں کوئی حتمی علم نہیں تھا۔تم اسے معمولی خیال کر رہے تھے جب کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی۔اِذۡ تَلَقَّوۡنَہٗ بِاَلۡسِنَتِکُمۡ وَتَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاہِکُمۡ مَّا لَیۡسَ لَکُمۡ بِہٖ عِلۡمٌ وَّتَحۡسَبُوۡنَہٗ ہَیِّنًا ٭ۖ وَّہُوَ عِنۡدَ اللّٰہِ عَظِیۡمٌ (النور:16) ترجمہ: قرآن مجید نے ہمیں یہ تنبیہ بھی کی ہے کہ خبردار جو کچھ تم کہتے ہو اور بولتے ہو وہ سب آن ریکارڈ ہے۔ فرمایا۔ مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ (ق:19) ترجمہ: اور وہ کوئی بات نہیں کہتا مگر اس کے پاس ہی اس کا ہمہ وقت مستعد نگران ہوتا ہے۔ جب کسی نے منصف کے سامنے گواہی درج کروانی ہو تو اپنے ایک ایک لفظ پر غور کرتا ہے کیونکہ دیا گیا بیان ریکارڈ کا حصہ بن جائے گا۔ جھوٹ ثابت ہونے کی صورت میں سزا بھی مل سکتی ہے اور عزت کا جنازہ بھی نکل جائے گا۔ اسی طرح ہمیں اپنے ہر قول کی نگرانی کرنی چاہئے کہ لکھا تو جارہا ہے۔

زبانیں قابو میں رہیں

دیکھا گیا ہے کہ بریکنگ نیوز دینے کے شوقین حضرات جلدی میں پیغامات کو آگے پہنچانے میں کوشاں رہتے ہیں۔بعض اوقات کسی کی بیماری کی حالت کو وفات کی خبر بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے۔ کیا کبھی آپ نے سوچا ہے کہ آپ کا کوئی عزیز بستر مرگ پر زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہو۔ آپ اس کی جلد صحتیابی کے لئے دعائیں اور ہر مناسب تدبیر کر رہے ہوں لیکن اچانک آپ کے فون پر تعزیت اور افسوس کے پیغامات آنا شروع ہو جائیں۔ کس قدر تکلیف دہ وہ لمحات ہوں گے۔ کیسا ذہنی تشدد ہے جو ہم بغیر سوچے سمجھے چند سیکنڈز میں دوسروں پر کر دیتے ہیں۔ آنحضورؐ نے ہمیں ایسی حرکات کرنے سے منع فرمایا ہے۔ترجمہ: حضرت اعمش کہتے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کسی کام میں جلد بازی نہیں کرنی چاہے سوائے اس کے کہ آخرت کا کام ہو۔ (سنن أبي داود، كتاب الأدب باب في الرفق)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”چاہئے کہ تمہاری زبانیں تمہارے قابو میں ہوں۔ ہر قسم کے لغو اور فضول باتوں سے پرہیز کرنے والی ہوں۔جھوٹ اس قدر عام ہو رہا ہے کہ جس کی کوئی حد ہیں۔ درویش، مولوی، قصہ گو، واعظ اپنے بیانات کو سجانے کے لئے خدا سے نہ ڈر کر جھوٹ بول دیتے ہیں۔“

(ملفوظات، جلد دوم صفحہ 266)

حضرت خلیفة المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قرآن کریم میں بھی اس بات کی بار بار تاکید فرمائی گئی ہے تو جب کوئی افواہ سنو تو خواہ مخواہ اس کو قبول نہ کرلیا کرو اور آگے نہ چلا دیا کرو۔ ادھر کان میں افواہ پڑی اور زبان نے اس کو اچھال دیا، یہ بہت بڑا گناہ ہے اور اس کے نتیجہ میں سوسائٹی میں لوگوں کے متعلق بد روایتیں پھیلتی ہیں اور جھوٹ کے تنے پھوٹتے ہیں۔ (خطبہ جمعہ 2 فروری 2001ء)

سچائی ایک بنیادی خلق

مذاہب عالم میں صدق کی تاکید کی گئی ہے۔ چونکہ سچائی کا اظہار ایک بنیادی خُلق ہے۔جس کی توقع ہر انسان سے کی جاتی ہے۔غیر مذہبی معاشرہ بھی سچ کو بنیادی خُلق سمجھتا ہے۔جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ فطرت کی آواز ہے۔ بے بنیاد افواہیں اور جھوٹی خبریں پھیلانا اخلاقیات سے گری ہوئی حرکت سمجھی جاتی ہے۔جس کی توقع کسی مومن سے تو بہرحال نہیں کی جاسکتی۔ان تکلیف دہ ایام میں ہمیں اللہ تعالیٰ سے تمام دکھی انسانیت کے لئے دعا کرنی چاہئے۔

حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”یادرکھیں جو آجکل دنیا کے حالات ہو رہے ہیں اور معاشی حالات بھی انتہائی خراب ہو چکے ہیں۔ جب ایسے معاشی حالات آتے ہیں تو پھر جنگوں کے امکان بھی بڑھ جاتے ہیں۔ پھر دنیا دار حکومتیں اپنے مفادات کے حل تلاش کرنے کے لئے دنیاوی حیلوں سے اس کے حل تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اپنی عوام کی توجہ بٹانے کے لئے اور ایسی باتیں کرتے ہیں جو پھر مزید مشکلات میں ان کو ڈالنے والی ہوں۔ پھر مزید تباہی میں یہ لوگ چلے جاتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ بڑی طاقتوں کو بھی عقل دے کہ وہ بھی عقل سے کام لیں اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے دنیا میں مزید فساد پیدا ہو...اس وبا سے بچنے کے لئے دعائیں کریں اور کوشش کریں اور اس بیماری کے علاج کے لئے بھی جو سائنسدان کوشش کر رہے ہیں ان کی مدد کریں۔“

(خطبہ جمعہ: 24اپریل 2020ء)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس وبا سے نجات بخشے۔آمین“

حوادث طبعی یا عذاب الٰہی

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ) (قسط پنجم)

طاعون

طاعون بھی بہت سی دوسری بیماریوں کی طرح ایک بیماری ہے جو طبعی محرکات کے نتیجہ میں پیدا ہوتی اور مٹتی رہتی ہے لیکن کبھی یہ عذاب الٰہی کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی اسی طرح ہوا لیکن پیشتر اس کے کہ آپ کی اس عظیم الشان پیشگوئی اور اس کے اثرات پر تفصیلی نظر ڈالی جائے بہتر ہوگا کہ تاریخی پس منظر میں طاعون کی پُر اسرار بیماری کا کچھ جائزہ لیا جائے۔

طاعون کوئی ایسی بیماری نہیں جو عام وبائی بیماریوں کی طرح روزمرہ مختلف موسموں میں سر نکالتی رہے جیسے ملیریا یا انفلوئنزا گرمیوں میں یا سردیوں میں عموماً کسی نہ کسی شکل میں نظر آ ہی جاتے ہیں۔ طاعون کوئی سالانہ موسمی بیماری نہیں مگر محض یہی کہنے سے بات مکمل نہیں ہوتی۔ یہ کوئی ایسی بیماری بھی نہیں جو دو چار یا دس بیس سال کے بعد وبا کی صورت میں ظاہر ہوتی ہو جیسے چیچک وغیرہ متعدی امراض عموماً آٹھ دس یا بیس سال کا وقفہ دے کر ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔ طاعون ایسی تمام امراض سے اتنی مختلف ہے کہ آپس میں گویا انہیں کوئی نسبت نہیں۔ یہ ایک ایسی پُر اسرار بیماری ہے جو ایک دفعہ تباہ کاری مچانے کے بعد جب دنیا سے رخصت ہوتی ہے تو بعض اوقات سینکڑوں سال تک منہ نہیں دکھاتی اور بعض اوقات طاعون کی دو وباؤں کا درمیانی عرصہ ہزار برس سے بھی بڑھ جاتا ہے اس لئے بلا شبہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام وبائی امراض میں سب سے زیادہ غیر معمولی بیماری طاعون ہے اور اس امر کے زیادہ قریب ہے کہ غیر معمولی عذابِ الٰہی کا مظہر بنے۔

انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا اور تاریخ کی کتب میں طاعون کے بڑے پیمانے پر ظاہر ہونے کے جو واقعات محفوظ کئے گئے ہیں ان کی رُو سے طاعون کی ایک بڑی وبا حضرت مسیح کے واقعہ صلیب سے گیارہ سو سال پہلے فلسطین میں ظاہر ہوئی تھی اور اس نے ایک وسیع علاقہ میں بڑے پیمانے پر تباہی مچائی تھی۔ طاعون کا یہ خطرناک حملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد تیسری صدی موسوی میں ہوا۔ لہٰذا یہ امر بعید از قیاس نہیں کہ یہود کے بگڑنے کے بعد بنی اسرائیل کے علاقوں میں طاعون کا پھوٹنا ایک سزا کا رنگ رکھتا ہو اور ان معنوں میں اسے عذاب الٰہی قرار دیا جائے۔

اس کے بعد پہلی مرتبہ ایک ہولناک وبائی صورت میں یہ پہلی صدی عیسوی میں فلسطین اور اس کے گردو پیش کے علاقوں میں ظاہر ہوئی جو بالعموم یہود کا مسکن تھے۔ طاعون کا دوسرا حملہ دوسری صدی عیسوی میں ہوا جو پہلے کی نسبت زیادہ وسیع علاقے پر پھیلا ہوا تھا اور شام مصر اور لیبیا کے شمالی حصے بھی شدت سے طاعون سے متاثر ہوئے۔ تیسری مرتبہ پھر طاعون کم و بیش ایک سو سال بعد تیسری صدی عیسوی میں ظاہر ہوئی اس مرتبہ اس کا پھیلاؤ پہلے سے بھی بڑھ کر تھا۔

طاعون کا اس طرح پے در پے کم و بیش ایک ایک سو سال کے وقفے سے ظاہر ہونا جبکہ پہلے بارہ سو سال تک اس کا کوئی وجود نہیں ملتا بہت معنی خیز ہے اور ہرگز بعید نہیں کہ اس ایک ایک سو سال کے مختصر وقفے میں بار بار پھوٹنا یعنی عیسائیت کی پہلی تین صدیوں میں سے ہر صدی میں اس کا ظاہر ہونا خاص مشیت الٰہی کے ماتحت ہو۔ خصوصاً جب ہم دیکھتے ہیں کہ تینوں مرتبہ طاعون کا حملہ عیسائیت کے پھیلاؤ کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے تو مزید ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ یہ طاعون کی وبا عذاب الٰہی کی حیثیت رکھتی تھی اور ان قوموں کے لئے سزا کے طور پر وارد ہوئی تھی جنہوں نے عیسائیت پر ہولناک مظالم توڑے۔ پہلی صدی میں طاعون کا حملہ فلسطین پر ہوا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے صحابہ پر توڑے جانے والے انتہائی سنگین اور دردناک مظالم کی پہلی آماجگاہ تھا۔ دوسرا حملہ عیسائیت کے پھیلاؤ کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوئے ان مشرقی ممالک میں ہوا یعنی شام، فلسطین اور مصر جہاں بنی اسرائیل بکثرت پائے جاتے تھے اور جو اولین طور پر عیسائیوں پر ظلم کرنے میں پیش پیش تھے۔ تیسرا حملہ اس وقت ہوا جب تیسری صدی میں سلطنتِ روما کے یورپین حصہ میں بھی عیسائیت پر مظالم توڑے جانے لگے۔ اس حملے میں سلطنت روما کے یورپین ممالک خاص طور پر متاثر ہوئے اور عام طور پر یہ کہا جانے لگا یہ عیسائیوں کی نحوست ہے جس کی وجہ سے طاعون پھوٹی ہے یہ ویسا ہی الزام ہے جیسے قرآن کریم کے بیان کے مطابق اصحاب قریہ نے اپنی طرف مبعوث ہونے والے رسولوں پر لگایا اور کہا کہ ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں لیکن ان رسولوں نے جواب دیا کہ طَآئِرُکُمْ مَّعَکُمْ۔ ہرگز نہیں بلکہ تو اپنی نحوست خود اپنے ساتھ لئے پھرتے ہو۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت پر ظلم کرنے والے ظالم جہاں جہاں بھی ظلم کی نحوستیں ساتھ لے کر گئے وہیں وہیں طاعون نے ان کا تعاقب کیا اور عبرتناک سزا دی۔

عذاب الٰہی سے دوسری مماثلت ان تینوں وباؤں میں یہ نظر آتی ہے کہ باوجود اس کے کہ عیسائی کمزور اور غریب تھے اور جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے بسا اوقات اندھیری غاروں میں پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ لہٰذا اگر عام حوادث زمانہ کی نوعیت کی کوئی چیز ہوتی اور الٰہی تصرف نہ ہوتا تو سب سے پہلے سب سے زیادہ کمزور اور غریبانہ زندگی بسر کرنے والے اور تاریک غاروں میں بسنے والے عیسائیوں کو اس مرض کا شکار ہونا چاہئے تھا لیکن یہ عجیب بات نظر آتی ہے کہ طاعون کے یہ حملے ہر بار عیسائیت کو پہلے سے قوی تر حالت میں چھوڑ گئے۔ یہاں تک کہ 1370-1375ء میں یعنی تیسری صدی کے آخر پر طاعون کا جو تیسرا حملہ ہوا اس نے آخری مرتبہ عیسائیت کو کمزور حالت میں دیکھا۔ چوتھی صدی عیسائیت کے غلبہ کی صدی ہے۔ جس کے ظاہر ہوتے ہی طاعون جس پُر اسرار طریق پر ظاہر ہوئی تھی اسی پُر اسرار طریق پر غائب ہوگئی یہاں تک کہ پھر پورے تین سو سال تک کہیں نظر نہ آئی۔ چھٹی صدی عیسوی کلیسا کے اخلاقی لحاظ سے تباہ و برباد ہونے کی صدی ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ تمام عیسائی دنیا میں فسق و فجور پھیل چکا تھا اور وہ جو کبھی مظلوم تھے سخت ظالم اور سفاک ہو چکے تھے۔ تب وہی طاعون جو کبھی انکے ادنیٰ خادم کی حیثیت سے ان کی تائید میں ظاہر ہوا کرتی تھی اس مرتبہ انہیں سزا دینے کے لئے آئی۔ اور قابلِ غور امر یہ ہے کہ طاعون کا یہ حملہ اپنی وسعت میں کم و بیش ساری عیسائی دنیا کو گھیرے ہوئے تھا۔ یہ گویا اس امر کا اعلان تھا کہ عیسائی لوگ اب تائید الٰہی سے محروم ہو گئے ہیں۔ چنانچہ یہ حقیقت بہت معنی خیز اور مسلمان کے لئے ایمان افروز ہے کہ طاعون کا یہ حملہ بعینہٖ اس زمانہ میں ہوا جب آنحضرت ﷺ کی عرب میں ولادت ہوئی۔ طاعون کے اس حملے نے پچاس سال تک یعنی کم و بیش ظہور نبوت تک عیسائی دنیا کا پیچھا نہیں چھوڑا گویا کہ وہ زبانِ حال سے یہ اعلان کر رہی تھی کہ اب تم الٰہی نصرت کے حقدار نہیں رہے۔

پس ہمارا یہ کہنا کہ طاعون کی یہ وبا بھی ایک غیر معمولی عذاب کی حیثیت رکھتی تھی جو سزا کے طور پر عیسائی دنیا پر نازل ہوئی محض خوش اعتقادی نہیں بلکہ عین قرین قیاس ہے اور واقعات کی انگلی اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے دکھائی دیتی ہے۔ اس طاعون کی ایک تعجب انگیز حرکت یہ تھی کہ اس نے شام اور فلسطین کو تو خوب اپنی لپیٹ میں لیا اور وہاں سے نکل کر مصر اور پھر سمندر پار یورپ کے مختلف ممالک میں تہلکہ مچا دیا لیکن سرزمین حجاز کا رخ نہیں کیا گویا اس کے سامنے ایک سدِ سکندری کھڑی تھی حالانکہ عام اصول کے مطابق مکہ جو شام سے جنوب کی طرف جانے والی قدیم تجارتی شاہراہ پر واقع تھا تجارتی قافلوں کے ذریعے وہاں تک اس کے اثرات پہنچنے زیادہ قریب قیاس تھے مگر یہ متعدی مرض کسی خاص قدرت الٰہی کے تحت مسخر ہو کر محض عیسائی دنیا تک محدود رہی۔

اس کے بعد طاعون آٹھ سو سال تک اس دنیا سے غائب رہی اور پھر اس نے 1370ء میں ظاہر ہو کر 1375ء تک دنیا کے ایک وسیع ترخطے میں جولانی دکھائی۔ یہ وہ دور ہے کہ ایک طرف اسلامی دنیا شدید اخلاق انحطاط کا شکار ہو چکی تھی تو دوسری طرف عیسائی دنیا میں بھی حد سے زیادہ فسق و فجور پھیل چکا تھا۔ اس زمانہ کے کلیسا کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ Monasteries یعنی راہب خانے جہالت اور اوباشی کا اڈہ بنے ہوئے تھے اور ظلم اور سفاکی کا یہ عالم تھا کہ مذہبی اختلافات کی بناء پر کلیسا کی اجازت ہی سے نہیں بلکہ کلیسا کے ایما اور حکم پر بے دریغ ہزاروں انسانوں کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ عیسائیت پر پہلے تین سو سال میں اجتماعی طور پر اتنے ظلم نہ ہوئے ہوں گے جتنے عیسائیت نے اپنی تاریکی کی صدیوں میں سے ہر صدی میں غیروں اور اپنوں پر توڑے۔ طاعون کا اس زمانہ میں اس علاقہ میں پھوٹنا اور اس شدت سے پھوٹنا ان واقعات کو دیکھتے ہوئے ہرگز تعجب انگیز نہیں رہتا۔ اہل یورپ کی سفاکی کا یہ عالم تھا کہ خود عیسائی مورخین کے بیان کے مطابق بعض شہروں میں ہزار ہا یہود کو محض اس لئے زندہ آگ میں جلا دیا گیا کہ ان پر یہ الزام تھا کہ طاعون ان کی وجہ سے پھوٹی۔ چنانچہ مشہور مورخ ایچ۔ اے۔ ایل فشر اس دور کی جہالت اور سفاکی کی ایک مثال دیتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"Among the moral results of this disaster the most shameful was a series of attacks upon the Jewish population, who at Mainz and other German-speaking towns were burned in their hundreds and thousands by an infuriated mob in the belief that the plague was a malignant device of the Semitic race for the confusion of the Catholic creed"

(A History of Europe by H.A.L.Fisher p.319)

ترجمہ: اس آفت کے اخلاقی نتائج میں سے سب سے زیادہ قابلِ شرم یہ تھا کہ اس کے نتیجے میں یہود آبادیوں پر مائنز اور بعض دوسرے جرمن بولنے والے قصبات میں حملوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ سینکڑوں، ہزاروں یہودیوں کو محض اس توہم کے نتیجہ میں نذر آتش کیا جاتا تھا کہ

کیتھولک کلیسا میں بد اعتقادی پیدا کرنے کے لئے طاعون کی وبا یہودی نسل کے ہاتھوں میں ایک ہولناک آلہ کار کی حیثیت رکھتی ہے۔

بہر حال عیسائی دنیا کا یہ دور ایک انتہائی کریہہ المنظر دور ہے پس اگر ظلم وستم کا کوئی دور بھی عذاب الٰہی کو دعوت دے سکتا ہے۔ تو بلا شبہ یہ وہ دور ہے جو پکار پکار کر عذابِ الٰہی کو دعوت دے رہا تھا۔ اگر ہمارا یہ نظریہ درست ہے کہ ظلم وستم کا اولین ذمہ دار کلیسا تھا تو طبعی طور ہمیں یہ بھی توقع رکھنی چاہیئے کہ طاعون کا اولین شکار بھی اہلِ کلیسا کو ہی ہونا چاہئے۔ جب ہم تاریخ پر اس پہلو سے نظر ڈالتے ہیں تو بعینہٖ وہی منظر نظر آتا ہے۔ سب شہروں اور بستیوں اور مقامات سے بڑھ کر طاعون کو اپنے حملوں کے لئے اگر کوئی جگہ مرغوب تھی تو وہ عیسائی راہب خانے ہی تھے۔ اس امر کا ذکر کرتے ہوئے اچ۔ اے۔ ایل فشر اپنی مشہور تاریخ یورپ میں رقم طراز ہے:

"Rather it would be true to say that the sudden destructions of life (which was specially evident in the monasteries) had set in motion a series of small shiftings, which, in their accumulated effects, amounted to a revolution."

(A History of Europe by H.A.L.Fisher p.320)

ترجمہ:۔ غالباً یہ کہنا درست ہو گا کہ زندگی کی اچانک بیخ کنی نے (جو بالخصوص عیسائی راہب خانوں میں نمایاں طور پر نظر آتی تھی) ایک ایسا محرکات کا سلسلہ شروع کر دیا تھا جس نے مجموعی حیثیت سے وہ نتائج پیدا کئے جنہیں انقلاب کا نام دیا جا سکتا ہے۔

طاعون نے نہ صرف اپنی تباہ کاری کے وقت Monasteries (راہب خانوں) کو بالخصوص شکار بنایا بلکہ اس کے بعد کے اثرات بھی کلیسا کے لئے بڑے مہلک ثابت ہوئے اور کلیسا کی طاقت کو توڑنے اور ایک نئی طرزِ فکر پیدا کرنے میں اس طاعون نے ایک اہم کردار ادا کیا ۔کلیسا پر اس کے براہِ راست اثر کا ذکر کرتے ہوئے یہی مورخ انگلستان کی مثال پیش کرتا ہے اور لکھتا ہے:

"In the monasteries a marked decline in literary activity and discipline; in the impoverished country parishes empty rectories and absentee priests"

(A History of Europe by H.A.L.Fisher p.320)

ترجمہ: اس طاعون نے حسب ذیل مذہبی نتیجہ پیدا کیا کہ مذہبی اداروں اور راہب خانوں میں اسی طاعون کے نتیجے میں علمی دلچسپیوں اور نظم وضبط میں غیر معمولی کمی واقع ہوگئی۔ اور غریب دیہاتی کلیساؤں میں اس کا یہ اثر پڑا کہ کہیں تو منتظم پادری ہی موجود نہ تھے اور کہیں پادری مقرر تو تھے مگر اکثر غیر حاضر رہنے والے۔

یہ طاعون ایک اور پہلو سے بھی دلچسپ مطالعہ کا مواد پیش کرتی ہے کہ اس کا دائرہ عمل اس مرتبہ صرف عیسائی دنیا تک محدود نہیں رہا بلکہ اسلامی دنیا کو بھی اس نے اپنی لپیٹ میں لیا۔ مسلمانوں کے حالات پر اگر غور کریں تو وہاں بھی بعینہٖ وہی شکل نظر آتی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے چھ سو سال بعد عیسائی دنیا کی تھی۔ اسی طرح عیسائیت تین صدیوں تک بالعموم نیکی کی راہ پر چلتے ہوئے بالآخر اپنے غلبے کے دور میں راستے سے بھٹک کر ظلم و تعدی کی راہ پر گامزن ہوگئی۔ اور دوسرے تین سو سال عیسائیت کی روحانی تباہی اور ہلاکت کے سال شمار کئے جا سکتے ہیں جن کے بعد طاعون نے انکی تائید کی بجائے مخالفت پر کمر باندھ لی۔ اس سے ملتا جلتا ایک منظر ہمیں اسلامی دنیا میں بھی نظر آتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت کے بعد کا تین سو سال کا زمانہ خود آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق نور اور ہدایت کا ایسا زمانہ قرار دیا جا سکتا ہے جس میں نیکی بہر حال بدی پر غالب رہی اور اعتقادی اور سیاسی اختلافات کے باوجود عالم اسلام کی اکثریت اپنی اکثر صفات اور خصال میں نیکی کا مظہر تھی ۔ پھر وہ دور شروع ہوا جس کو فیج اعوج کا نام دیا جاتا ہے اور اگلے تین سو سال خصوصیت کے ساتھ تاریکی کو بڑھانے کا موجب بنے۔ خلافت جو پہلے ہی بادشاہت میں تبدیل ہو چکی تھی تقویٰ سے دُور تر ہوتی چلی گئی۔ فرقہ بندی اور اختلافات نے اسلامی نظریات کے ہر شعبہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ قصور شاہی عیش وعشرت کا مرکز بن گئے اور عوامی بستیوں کو بھی فسق و فجور اور ظلم و تعدی نے گھیر لیا۔ دنیا داری بڑھنے لگی اور روحانیت مفقود ہونے لگی۔ ایسے علمائے ظاہر پیدا ہونے شروع ہوئے جو تقویٰ کا لباس پہننے کی بجائے ریا کا لبادہ اوڑھے ہوئے تھے غرضیکہ وہ ہزار سالہ رات جس نے پہلی تین صدیوں کے بعد اسلامی دنیا پر چھا جانا تھا وہ بلاشبہ مذکورہ تین سو سال کے عرصہ میں پوری طرح بھیگ چکی تھی۔ اسلام کی پہلی تین صدیوں کے اختتام پر جہاں ہمیں روحانی آفات شدت سے سر اٹھاتی نظر آتی ہے وہاں سیاسی لحاظ سے بھی ایسے محرکات پیدا ہو رہے تھے جو بالآخر مسلمانوں کی سیاسی قوت کو سبوتاژ کرنے کا موجب بنے۔ تیسری صدی ہجری کے آخر پر ہمیں یہ انتہائی الم انگیز اور ہولناک صورت حال نظر آتی ہے کہ پوپ مرکزی اسلامی خلافت سے مسلمانوں کی ہسپانوی حکومت کے خلاف سازش کر رہا تھا*۔ جس کے نتیجہ میں بالآخر مسلمانوں کی مرکزی حکومت اس امر پر آمادہ ہوگئی کہ ہسپانیہ کی اسلامی مملکت کے خلاف وہ یورپ کی عیسائی طاقتوں کے ساتھ تعاون کرے گی۔ عالم اسلام کے عظیم الشان قلعہ میں یہ پہلا رخنہ ہے جو بالآخر اس قلعہ کے مسمار ہونے پر منتج ہوا۔ بعد کے تین سو سال نے اس سیاسی انحطاط کو بڑی سرعت اور شدت کے ساتھ بڑھایا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چودھویں صدی عیسوی میں اسلامی سلطنت کے دونوں بازو یعنی شرقی اور غربی عملاً مفلوج ہو چکے تھے اور ایک طرف مغرب کی عیسائی طاقتیں پیہم جذبات سے سپین کی اسلامی مملکت کو کمزور کر رہی تھیں اور یورپ سے مسلمانوں کو نکالنے کا منصوبہ عملاً بروئے کار لا رہی تھیں تو دوسری طرف مشرقی چنگیزیوں کا ہولناک عذاب صحرائے گوبی میں اس طرح پرورش پا رہا تھا جیسے ٹڈی دل کا لشکر سر سبز و شاداب دنیا کی نظروں سے اوجھل ریگستانوں میں ایک عظیم یورش کی تیاری کر رہا ہو۔ چھٹی صدی ہجری میں ہمیں پہلی مرتبہ یہ المناک منظر دکھائی دیتا ہے کہ یورپ کے شمال میں اثر و نفوذ بڑھنے کی بجائے مسلمانوں کو سسلی اور کریٹ سے نکال کر افریقی ساحل کی طرف دھکیل دیا گیا۔ مسلمانوں کو بزور شمشیر نکالنے کا یہ عمل اس وقت تک جاری رہا جب تک بالآخر اس واقعہ کے قریباً ایک سو سال بعد سپین میں مسلمانوں کے آخری قلعہ غرناطہ کو بھی عیسائیوں نے بزور شمشیر فتح کر لیا اور کلیتہً ہسپانیہ کی سرزمین سے مسلمانوں کا صفایا کر دیا۔ اسی طرح چھٹی صدی بھی مسلمانوں کی تاریخ میں وہ دردناک صدی ہے جب چنگیزیوں کے انبوہ کثیر غول بیابانی کی طرح ناگاہ مسلمانوں کی مشرقی سلطنت پر ٹوٹ پڑے اور بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ بڑی بڑی بلند عمارتیں پیوند خاک ہوگئیں لیکن اس حقیقت کی یادگار کے طور پر کہ یہاں کبھی انسان بستے تھے بغداد کی زمین پر انسانی کھوپڑیوں کا ایک بلند مینار تعمیر کیا گیا۔ پس کسی پہلو سے بھی دیکھیں تو چوتھی صدی ہجری اگر تاریکی کے آغاز کا اعلان تھا تو چھٹی صدی ہجری اس وقت تک ختم نہ ہوئی جب تک اسلام کے افق پر بڑے جلی الفاظ میں یہ کتبہ آویزاں نہ کر گئی کہ ہر قسم کی تاریکی نے عالم اسلام کو گھیر لیا ہے اور آج کے بعد اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی فجر طلوع ہونے تک یہاں رات کی راجدھانی ہو گی۔ ان حالات کو دیکھ کر ہرگز تعجب کی جا نہیں کہ طاعون نے بھی اسلامی مملکت کی زیارت کے لئے یہی دور چنا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے عیسائیوں کو راستے سے بھٹکنے کی سزا دینے کے لئے چھٹی صدی عیسوی میں طاعون کا وبال آیا تھا، مسلمانوں کو بھی حضرت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین سے روگردانی کی سزا دینے کے لئے تقدیر الٰہیٰ نے اسی جلاد کو ایک مرتبہ پھر مقرر کیا۔ یقیناً اگر عیسیٰ کا دامن چھوڑنا کسی سزا کا طلبگار تھا تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا دامن چھوڑنے کا قصور اس سے بہت بڑی سزا کا متقاضی تھا۔ ایسا ہی ہوا اور ایک ایسی خوفناک رات عالم اسلام پر طاری ہوگئی جس کے اندھیروں کے نیچے ہر دولت لوٹی گئی اور ہر اثاثہ چھن گیا۔ نہ سیاست رہی، نہ علم، نہ تہذیب، نہ تمدن۔ حکومتیں پارہ پارہ ہوگئیں۔ رعب جاتا رہا۔ اخلاقی برتری ہاتھ سے نکل گئی۔ علمی تفوق علمی دیوالیہ پن میں تبدیل ہوگیا۔ رخ ایسا پلٹا کہ وہ راہیں جو حصول علم کے لئے مغرب سے مشرق کو جا رہی تھیں مشرق سے سمت مغرب کو چلنے لگیں۔ معطی سائل بن گئے اور فیض رساں فیض کی بھیگ مانگنے لگے۔ تاریخ کے اس دور کا مطالعہ کرنے سے توحید کا ایک بڑا قیمتی سبق ملتا ہے یہ کہ انسان خواہ کسی کی طرف منسوب ہو اپنے خالق کی نظر میں اس حد تک برابر ہے کہ اگر اس نے ایک مذہب کے دائرے میں غلطی کی ہو اور اس غلطی کی سزا پائی ہو تو کسی دوسرے مذہب کے دائرے میں رہ کر ویسی ہی غلطی کرے گا تو ویسی ہی سزا پائے گا۔ لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِہٖ کا ایک یہ بھی مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ محض اس لئے کہ کوئی انسان کسی برتر رسول کے نام لیواؤں میں سے ہے اس کی بے راہ روی معاف نہیں کی جائے گی۔ ہمارا یہ کہنا کہ چھٹی صدی ہجری سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو تنبیہ و توبیخ کا دور شروع ہوتا ہے محض ایک خیال نہیں بلکہ اولیاء اللہ کے تذکرے میں یہ مشہور روایت ہے جو ہمارے اس نظریے کی تائید کرتی ہوئی نظر آتی ہے کہ جب بغداد پر چنگیزیوں کا لشکر حملہ آور ہوا تو خلیفہ معتصم نے ایک بزرگ کی خدمت میں بصد عجز و منت دعا کی درخواست کی۔ دوسرے روز اس بزرگ کا یہ پیغام اس خلیفہ کو پہنچا کہ ساری رات میں دعا کرتا رہا لیکن مجھے خواب میں یہ الہام ہوتا رہا کہ یَآ اَیُّھَا الۡکُفَّارُ اُقۡتُلُوا الۡفُجَّارَ اے کافرو! فاجروں (یعنی بد اعمال مسلمانوں) کو قتل کرو۔ پس اللہ تعالیٰ کی تقدیر یہی معلوم ہوتی ہے کہ مسلمان اس سزا سے بچ نہیں سکیں گے۔

(باقی آئندہ ان شاء اللہ)

حضورِ انور ایدہ اللہ کے دورہ برکینا فاسو 2004ء کی خوبصورت یادیں

حضرت آپا جان کی دلنشین نصائح اور محبتوں کے تذکرے

(امۃ القیوم ثاقب اہلیہ محمود ناصر ثاقب صاحب امیر جماعت برکینا فاسو)

انسانی زندگی میں کئی واقعات اور لمحات ایسے گذر جاتے ہیں جن کے اثرات بہت دیر پا ہوتے ہیں۔ایک احمدی مسلمان کی زندگی میں خلافت کے قرب میں گزارے ہوئے لمحات خوبصورت یادوں کی مانند زندہ رہتے ہیں۔احمدیوں کا خلافت کے ساتھ جو عشق و وفا کا تعلق ہے اسے دنیا کا اور کوئی آدمی نہیں سمجھ سکتا، جو اس لذت سے آشنا نہیں۔ دنیا کے ہر کونے میں لاکھوں کروڑوں احمدی دل اپنے محبوب آقا کی ایک جھلک دیکھنے اور قرب میں کچھ لمحات گزارنے کے لئے ترپتے ہیں۔عشق و وفا کی داستانیں جو قرون اولیٰ میں تھیں آج پھر مہدی آخر الزمان کے دور میں زندہ ہوئی ہیں۔ جماعت اور خلیفہ وقت کا یہ دو طرفہ تعلق اخوت و محبت اس طرح مضبوطی سے قائم ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت جدا نہیں کرسکتی۔

اگر کوئی احمدی چشم تصور میں دیکھے کہ خلیفۃ المسیح اس کے پاس مہمان بن کر آنے والے ہیں، تو جو حالت ایسے فرد کی ہو گی اس سے کئی گنا زیادہ خوشی اور گھبراہٹ کی کیفیت مجھ پر واردتھی، جب یہ خبر ملی کہ ہم سب کے محبوب اور پیارے آقا برکینا فاسو کے دورے پر تشریف لا رہے ہیں۔

ایک طرف تو خوشی سے قدم زمین پر نہیں پڑتے تھے اور سوچوں ہی سوچوں میں جاگتی آنکھوں سے کئی خواب دیکھ ڈالے۔ لیکن جب اپنی کم مائیگی کی طرف نگاہ کی اور نئی قائم ہونے والی لجنہ برکینا کی طرف دیکھا تو رونگٹے کھڑے ہوگئے۔سوچتے تھے کہ ہمارا کیا بنے گا؟ہم اتنی بڑی ذمہ داری اٹھانے کے قابل نہ جماعت اور لجنہ اتنی فعال کہ اس عظیم مہمان کی شایان شان مہمان نوازی کر کے اس نعمت کی قدر کا حق ادا کرسکیں۔

مجموعی طور پر برکینا فاسو کی جماعت کو قائم ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ پھر لجنہ کی تنظیم تو ابھی صرف دارالحکومت اواگادوگو اور چند دیگر مقامات پر ہی قائم تھی۔ جماعت تنظیمی طور پر ابتدائی مراحل سے گزر رہی تھی۔ اس پر مستزاد کہ حضور گھانا کے دورہ کے بعد برکینا فاسو تشریف لا رہے تھے جہاں پرانی فعال جماعت، تنظیمیں مضبوط اور لجنہ کے اجتماعات کو شروع ہوئے بھی نصف صدی گذر چکی تھی۔

انہی سوچوں کے بھنور میں دن رات گزرنے لگے۔ تاہم دل میں ایک یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور غیبی مدد فرمائے گا۔ اس لئے دعاؤں کی طرف خصوصی توجہ کی توفیق ملی۔ دورے کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ امیر صاحب نے لجنہ کے ساتھ میٹنگ کر کے ان کو ذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔ جلسہ سالانہ کے انتظامات احسن رنگ میں کرنے کیلئے صدر صاحبہ لجنہ نے متعدد میٹنگز کیں۔ کئی ریجنز کے دورے کئے۔اور انسانی تدبیر کے مطابق کافی کوشش کی۔

جیسے جیسے ۲۵ مارچ ۲۰۰۴ کی تاریخ قریب آرہی تھی، جو حضور انور کی آمد کا دن تھا، ویسے ویسے بظاہر سمٹتے ہوئے کام بگڑتے نظر آرہے تھے۔ عاجزہ کی ۲۰۰۱ کے جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے ساتھ مختصر سی ملاقات ہوئی تھی۔لیکن زندگی میں کبھی خاندان اقدس حضرت مسیح موعودؑ کی خواتین مبارکہ کے قرب میں رہنے اور اس طرح ملنے اور مہمان نوازی کا موقع نہیں ملا تھا۔ دل میں خاندان حضرت اقدس مسیح موعود کے لئے انتہائی احترام اور رعب بھی تھا۔ جو میں سمجھتی ہوں ان افراد کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے۔

جب حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا برکینا فاسو تشریف لائیں، تو احترام اور دل پر رعب کی اسی کیفیت میں ان سے پہلی بار ملی۔لیکن پہلی ہی ملاقات مصافحہ اور معانقہ نے سب پریشانیاں دور کر دیں۔آپ بہت ہی ملنسار اور محبت کرنے والا وجود ہیں۔آپ کی پر کشش شخصیت اور ملنساری کی وجہ سے ساری لجنہ آپ کی گرویدہ ہوگئیں۔ پہلی ہی ملاقات میں ان سے بے تکلفی ہوگئی۔

جب ہم نے آپ سے اپنے انتظامات میں نظر آنے والی خامیوں کو بیان کر کے معذرت اور وضاحت کرنا چاہی کہ ہماری جماعت ابھی نئی ہے ،تربیت میں کمی ہے، نظام کی سمجھ نہیں، گھانا کی جماعتیں اور لجنہ فعال ہے ،توحضرت آپا جان مدظلہا نے بہت پیار اور شفقت سے فرمایا آپ توخواہ مخواہ پریشان ہو رہی ہیں، سب بہت اچھا ہو رہا ہے۔ گھانا کی جماعت کی عمر دیکھیں۔کہاں ۸۰ سالہ پرانی جماعت اور کہاں آٹھ دس سالہ پرانی نوزائیدہ برکینا فاسو کی جماعت۔ میں تو بہت خوش ہوں۔

حضرت آپا جان مدظلہا کا ہمیں نصیحت کرنے کا انداز ہ بہت دلکش تھا۔آپ کی الفت و شفقت مقامی خواتین کے ساتھ بہت نمایاں تھی۔ اگرچہ زبان کی مشکل حائل تھی لیکن محبت کی زبان سب کو سمجھ آرہی تھی۔ آپ ہر ایک سے مصافحہ کرتیں، بچوں کو پیار کرتیں۔ یہ منظر بہت پیارا لگتا، ہماری لجنہ انتہائی خوش تھیں۔ آپ نے صدر صاحبہ لجنہ کو اپنے پاس بیٹھا کے مختلف ہدایات دیں۔ کام کرنے کا طریقہ سمجھایااور بہت حوصلہ افزائی فرمائی۔

ہم مرکزی مبلغین کی بیویوں کو فرمایا کہ آپ ان لوگوں سے پیار کرنے ،ان کے دل جیتنے اور تربیت کرنے کیلئے آئے ہیں۔ اس لئے ایسا حسن سلوک کریں کہ کسی کو کوئی دوری محسوس نہ ہو۔ آپ کی ان نصائح کا گہرا اثر ہوا۔ ہماری صدر صاحبہ لجنہ جو عیسائیت سے احمدی ہوئی تھیں۔ ہر اجلاس ہر میٹنگ میں ہر ریجن کے دورہ پر یہی بات دہراتی تھیں کہ بیگم صاحبہ نے ہمیں فرمایا ہے کہ لجنہ کو فعال کریں۔ہمیں حضور کی نصائح پر عمل کرنا چاہئے اور سب کو مل کر کوشش کرنی چاہئے۔ہمیں بہت محنت کرنی ہے تا کہ حضور کے اگلے دورہ سے پہلے ہم میں نمایاں تبدیلی ہو۔

حضرت آپا جان مدظلہا نے ہر موقع پر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ ہمارے گھر میں مرکزی مبلغین کے اہل وعیال ٹھرے ہوئے تھے جن کی تعداد پچاس سے زائدتھی۔ پھر دیگر ذمہ داریاں بھی تھیں جن کی وجہ سے مجھے پریشانی رہتی کہ کھانا لیٹ نہ ہوجائے۔ پھر معیار کا فکر ہوتا تھا۔ عاجزہ نے بعض دفعہ پریشانی کے عالم میں بیگم صاحبہ سے پوچھا کہ کھانے وغیرہ کے متعلق کوئی ہدایت ہو تو فرمائیں۔لیکن آپ نے ہمیشہ کسی نہ کسی کھانے کی تعریف کی کہ فلاں چیز اچھی بنی تھی کس نے بنائی تھی۔ اس سے مجھے احساس ہوتا کہ ہماری دلجوئی اور حوصلہ افزائی فرما رہی ہیں۔

جب حضور برکینا فاسو تشریف لائے تو گرمیوں کے دن تھے۔ درجہ حرارت چالیس سینٹی گریڈ کے قریب تھا۔ گرمی اور گرد و غبار کی شدت تھی۔ میں نے حضرت آپا جان سے کہا کہ مجھے اپنے کپڑے دھونے کے لئے دے دیں۔ لیکن آپ نے کپڑے دینے سے صاف انکار کر دیا۔ میں نے اصرار کیا اور جب میرا اِصرار حد سے بڑھا تو آپ نے فرمایا کہ چلو پھر ایک شرط ہو گی۔ میں نے کہا ٹھیک مجھے شرط منظور ہے آپ کپڑے دیں۔آپ نے فرمایا کہ میری شرط یہ ہے کہ خود نہیں دھوؤ گی۔ گھر کی ملازمہ سے دھلواؤ گی۔ میں خاموش ہوگئی کیونکہ میری تو خواہش تھی کہ مجھے یہ سعادت ملے۔ مجھے خاموش دیکھ کرفرمایا کہ اگر شرط منظور نہیں تو میں کپڑے نہیں دوں گی۔ میں نے بڑے بوجھل دل سے کہا ٹھیک ہے، لیکن۔۔۔ آپ نے فرمایا لیکن ویکن کچھ نہیں جو میں نے کہا اسی کے مطابق ہو۔

جلسہ کے اختتامی خطاب کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لجنہ کی جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے۔ آپ کچھ دیر سٹیج پر تشریف فرما رہے۔اس دوران میں ناصرات نے نظمیں پیش کیں۔حضور انور کے پہلو میں کرسی پر آپ بھی تشریف فرما تھیں۔ جب حضور واپس تشریف لے گئے تو وہ کرسی خالی ہوگئی۔ بیگم صاحبہ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ مجھے اس کرسی پر بیٹھنے سے حجاب محسوس ہو رہا تھا۔ آپ نے مجھے بازو سے پکڑ کر بیٹھایا اور کچھ ہدایات دیں۔

29 مارچ 2004 کو لجنہ اماء اللہ نے حضرت آپا جان کے ساتھ ڈنر کا اہتمام ہمارے گھر میں کیا ہوا تھا۔ ڈنر میں نیشنل عاملہ کے علاوہ دیگر ایکٹو لجنہ اور بعض غیر از جماعت خواتین کو بھی بلایا ہوا تھا۔ جب آپ تشریف لائیں تو سب کے ساتھ گھل مل گئیں۔ صدر صاحبہ کو اپنے ساتھ صوفے پر بٹھا کر لجنہ کے کام کرنے کے طریق سمجھائے۔ ان کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اسی طرح دیگر ممبرات کے ساتھ بھی گفتگو ہوتی رہی ہمارا کافی وقت آپ کے ساتھ گزرا جس کی لذت آج بھی تازہ ہے۔ آپ نے سب کے بچوں کو پیار کیا۔ بچوں اور عورتوں کو اچھا خاصا نقد انعام دیا جسے آج بھی وہ عورتیں یاد کرتی ہیں۔

مجھے یاد ہے اس دن ڈنر کے آخر پر حضور انور بھی تشریف لے آئے تو ہمارے ایک مبلغ صاحب کی بیوی نے بے ساختہ کہا کہ واقف زندگی سے شادی کرنے کا آج سب سے بڑا فائدہ ہوا ہے۔ یعنی آپا جان کے ساتھ یادگار لمحات گذرے اور حضور کے بھی بہت قریب ہو کر دعائیں لیں۔

ہومینٹی فرسٹ کی طرف سے واگادوگو میں 22 سلائی مشینیں آپ نے مستحق خواتین میں تقسیم فرمائیں۔ اسی طرح بوبو جلاسو شہر میں دس مشینیں تقسیم کیں۔ آپ کو یہاں کے لوگوں کی غربت کا بہت شدت سے احساس تھا۔ ہمارے مبلغ شکیل صدیق صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ بشریٰ طیبہ ان دنوں سخت بیمار تھیں اور ہسپتال میں داخل تھیں۔ آپ ان کی عیادت کیلئے ہسپتال تشریف لے گئیں۔ ان کے ماتھے پر مسلسل ہاتھ پھیرتی اور ان کے لئے دعائیں کرتی رہیں۔ انہیں بہت تسلیاں دیں اور حوصلہ افزائی کی۔

آپ کی شفقت اور بے تکلفی نے ہم سب کو آپ کے اتنا قریب کر دیا تھا کہ دس دن آنکھ جھپکنے میں گذر گئے۔ اور برکینا فاسو سے آپ کی روانگی کا وقت آن پہنچا۔ آپ کے جانے کے بعد دل بہت بوجھل تھا۔ کسی کام کو دل نہیں کر رہا تھا بلکہ ایک سوگوار سا ماحول بنا ہوا تھا۔ بچے الگ خاموش تھے۔ مبلغین کی بیویاں جو حضور انور کی آمد کی وجہ سے اواگادوگو میں ہمارے گھر میں تھیں، کسی کو بجنے سنور نے کا شوق رہا نہ بات چیت کرنے کی تمنا۔ سب اس سوچ میں گم تھے کہ یہ دن اتنی جلدی کیوں گذر گئے۔ بڑے بوجھل دل کے ساتھ ہم آپ کو الوداع کرنے ائیر پورٹ گئے تھے۔ آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں۔ اب استقبال والے دن کی طرح خوشی اور جوش جذبے نہیں تھے ۔ اب بہت اداس ماحول تھا۔ ہاتھ ہل تو رہے تھے، ہونٹ بھی ’’الوداع

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

یا امیر المومنین الوداع'' کہہ رہے تھے لیکن سوچ کے دائرے وسیع سے وسیع تر ہوتے جا رہے تھے۔ کیا زندگی میں پھر ایسے خوش نصیب مواقع ملیں گے۔ میں نے دیکھا کہ بعض عورتیں تو ضبط کر کے کھڑی رہیں اور بعض اپنے آنسوؤں اور سسکیوں کو نہ دبا سکیں۔

ائرپورٹ پر کھڑے تھے کہ جہاز میں کچھ تاخیر ہوگئی۔ اچانک وی آئی پی لاؤنج کا دروازہ کھلا اور آپا جان نے مجھے کہا کہ دس دس کا وفد بنا کر اندر آجائیں۔ میں نے لپک کر صدر صاحبہ کا بازو پکڑا اور بے ساختگی سے کہا جلدی کریں دروازہ نہ بند ہو جائے۔ میں کچھ عورتوں کو لے کر آپا جان کے پاس آگئی۔ اس کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتی گویا ایک دم ساری کائنات میرے قدموں میں آگئی ہو۔ ہم لوگ کافی دیر آپ کے پاس بیٹھی رہیں دعا کی درخواست کی۔ وہاں بھی آپا نے صدر صاحبہ لجنہ کو کام کی طرف توجہ دلائی۔ آپا جان نے میری بیٹی طوبیٰ سے باتیں کیں اسے ڈھیروں دعائیں دیں۔ طوبیٰ وہاں سے اٹھ کر میرے میاں کے پاس چلی گئی جو اس وقت حضور انور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں جا کر حضور سے بھی بہت دعائیں لیں۔

جب جہاز کی روانگی کا وقت ہوگیا اور ہم لوگ واپس آنے لگے تو میرے میاں نے تعارف کرواتے ہوئے میرے متعلق کہا کہ یہ چوہدری رشید الدین صاحب کی بیٹی ہیں۔ اس پر حضور نے فرمایا یہ تو تعارف کروا رہی تھی کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کی بھانجی ہے۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ کیوں نہیں بتایا کہ چوہدری صاحب کی بیٹی ہو۔ پھر اباجی کی صحت کا دریافت فرمایا۔ میں نے دعا کی درخواست کی اور اس طرح لمحہ لمحہ آنکھوں میں سجا کر یہ دعائیں کرتے گھر کو لوٹے:

ہر گام پہ ہمراہ رہے نصرت باری
ہر لمحہ ہر آن خدا حافظ و ناصر

اگر میں یہ لکھوں تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ یہ دورہ جماعت برکینا فاسو کے لئے اور ہم واقف زندگی مبلغین و ڈاکٹرز اور ان کی فیملیز کے لئے بے حد سعادت اور برکات کا موجب تھا۔ ہم واقفین زندگی اور ہمارے بچے اس سعادت پر جتنا رشک کریں کم ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
گر نہ بخشد خدائے بخشندہ

آج کی دعا

''اے اللہ! تعریف کے لائق تو ہی ہے۔ تو ہی آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے ان کو قائم رکھنے والا ہے۔ تعریف کے لائق صرف تو ہی ہے۔ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے ان کی بادشاہی تیری ہے اور تعریف کا تو ہی مستحق ہے۔ زمین آسمان اور جو کچھ ان میں ہے ان کا نور تو ہی ہے اور تعریف کے لائق تو ہی ہے۔ تو ہی آسمان و زمین کا مالک ہے اور تعریف کے لائق تو ہی ہے۔ تو برحق ہے اور تیرا وعدہ برحق ہے اور تیری ملاقات برحق ہے اور تیرا قول برحق ہے اور جنت برحق ہے اور دوزخ برحق ہے اور انبیاء برحق ہیں اور محمد ﷺ برحق ہیں اور قیامت کا ظہور ہونا برحق ہے۔ اے اللہ میں تیری طرف متوجّہ ہوتا ہوں اور تجھ پر ایمان لاتا ہوں اور تجھ پر توکّل کرتا ہوں اور تیری طرف جھکتا ہوں اور تیری مدد کے ساتھ مجادلہ کرتا ہوں اور تجھ سے ہی فیصلہ کا طالب ہوں۔ پس تو مجھے میرے وہ گناہ بخش دے جو مجھ سے سرزد ہو چکے ہیں یا جو آئندہ سرزد ہونگے۔ اور وہ بھی جو میں نے پوشیدہ طور پر کئے ہیں اور جو علانیہ طور پر کئے ہیں۔ سب سے پہلے بھی تو ہے اور سب سے آخر بھی تو ہے۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

(صحیح بخاری۔ کتاب الدعوات)

یہ پیارے رسولِ کریم ﷺ کی حمد باری تعالیٰ اور گناہوں کی بخشش کی خوبصورت دعا ہے۔ آپ ﷺ نمازِ تہجد کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

پیارے امام سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 20 مارچ 2015 کو سورج گرہن کے موقعہ پر اپنے خطبہ میں جماعت کو یہ دعا پڑھنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا

''اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور استغفار اور دعا کی طرف ہم ہمیشہ متوجّہ رہنے والے ہوں اور ہر قسم کے بد اثرات جن کا تعلق سورج گرہن کے ساتھ ہے اس سے ہم ہمیشہ محفوظ رہیں''۔ آمین

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

ہمیشہ دعامیں لگے رہو

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''میں تو ہمیشہ دعا کرتا ہوں مگر تم لوگوں کو بھی چاہیے کہ ہمیشہ دعامیں لگے رہو نمازیں پڑھو اور توبہ کرتے رہو۔ جب یہ حالت ہوگی تو اللہ تعالیٰ حفاظت کرے گا اور اگر سارے گھر میں ایک شخص بھی ایسا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے باعث سے دوسروں کی بھی حفاظت کرے گا۔ کوئی بلا اور دکھ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے سوا نہیں آتا اور وہ اس وقت آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور مخالفت کی جائے۔ ایسے وقت پر عام ایمان کام نہیں آتا بلکہ خاص ایمان کام آتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 63)

طلوع وغروب آفتاب

22 جولائی 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		04:25	19:04
مدینہ منورہ	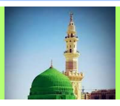	04:18	19:11
قادیان		04:03	19:32
ربوہ		03:43	19:11
اسلام آباد ٹلفورڈ	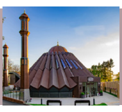	03:45	21:04